Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مولانا شبلی نعمانی کی مکتوب نگاری(تحقیق وتنقید)

راشد اسلام
ڈاکٹر عزیز ابن الحسن

Abstract

Molana Shibli Noumani was a versatile personality. He is an extraordinary figure in Urdu literature and language. In other words, Shibli himself was a school of thought in Urdu literature.He has contributed much to urdu literature. He is well-known figure in perspective of education and literature,Religion,History,Biography and several others fields of life in urdu literature. Shibli Noumani,s letter writting possesses multifarious features in urdu history and literature. Incidently this aspect (letter writting) has not been the topic for research by research scholars and critics yet. As a result, Shibli Noumani,s educational and literary achievements have not thoroughly exposed. That is why letters study by Shibli Noumani has been selected for research article. The very first aim of the article is evaluate Shibli,s creativity, educational and literary efforts from his own personal writtings(letters).

عہد سرسید میں ایک صنف جس نے نجی ضرورتوں کے تحت ترقی کی بیشتر منازل طے کیں وہ مکتوب نگاری ہے ۔سرسید احمد خان ،مولاناالطاف حسین حالی ، مولانا محمد حسین آزاد،نذیراحمد دہلوی اور نواب محسن الملک کے علاوہ ایک اہم نام علامہ شبلی نعمانی کاہے، جنھوں نے فن مکتوب نگاری کو بام عروج تک پہنچایا۔اردو خطوط نگاروں میں مولانا شبلی نعمانی کو ایک ممتاز مقام و مرتبہ حاصل ہے۔غالب کے بعد مولانا شبلی نعمانی کے مکتوبات کو سب سے زیادہ علمی وادبی حیثیت حاصل ہے۔اردو کے مکتوباتی ادب میں علامہ شبلی نعمانی نے بڑااضافہ کیا۔انھوں نے بتیس سالہ علمی زندگی میں احباب و معاصرین کو بے شمار خطوط لکھے۔جنھیں ان کے شاگرد خاص مولانا سید سلیمان ندوی نے دوحصوں میں مرتب کرکے شائع کیے ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی اس ضمن میں "مکاتیب شبلی"(حصہ اول) کے دیباچہ طبع ثانی میں لکھتے ہیں:

> مکاتیب شبلی کے جمع و ترتیب کاکام میں نے خود حضرت استاد مرحوم کی زندگی ہی میں شروع کردیا تھامگر اس کی تکمیل ان کی وفات کے بعد ہوئی۔چنانچہ دو جلدوں ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۷ء میں چھپ کر شائع ہوئی،اورچند سال میں فروخت ہو کر ختم ہو گئی۔شائقین کی فرمائش پر اب یہ جلددوبارہ چھپی ہے، اس میں بعض خطوط کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔جو طبع اول میں ان کے بعد ازوقت وصول ہونے کے سبب سے شامل نہ ہو سکے تھے۔"[1]

"مکاتیب شبلی" (حصہ اول، حصہ دوم) مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ مولانا شبلی نعمانی کے خطوط کا تیسرا مجموعہ" خطوط شبلی" مرتبہ محمد امین زبیری کے نام سے شائع ہوا۔چوتھا مجموعہ "خطوط شبلی بنام آزاد،بہ قلم شبلی "مرتبہ ڈاکٹرسید محمد حسنین کے نام سے اورپانچواں مجموعہ"مکتوبات شبلی" مرتبہ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ان کے علاوہ ان کے متعدد مکاتیب جو بعد میں دریافت ہوئے، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، نقوش لاہور، ادیب علی گڑھ اور بعض دوسرے رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔اردو کے علاوہ شبلی نے فارسی اور عربی میں بھی مکتوب نگاری پر طبع آزمائی کی ہے۔فارسی میں ان کے تقریباً تینتیس خطوط منظر عام پر آچکے ہیں۔اور تین خطوط عربی زبان میں تحریر کردہ ہیں۔

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر(اردو)بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
ایسوسی ایٹ پروفیسر،شعبہ اردو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

علامہ شبلی نعمانی جس طرح اردو ادب کے قد آور نقاد اور سوانح نگار ہیں۔اسی طرح اردو مکتوب نگاری میں بھی انھیں بلند مقام و مرتبہ حاصل ہے۔شبلی کے خطوط کی خصوصیات صرف انھی کا خاصہ تھیں۔وہ کسی اور میں پیدا نہ ہو سکیں۔اسلوب کی تازگی، ندرت اور ایجاز اور بات کو کھل کر نہ کہنے کا انداز منفرد ہے۔شبلی کے خطوط میں روانی، دلکشی،سلاست اور اختصار ہے۔وہ سطروں کی بات چند جملوں میں بیان کر جاتے ہیں۔ان کی یہ خاصیت جس خوبی کے ساتھ ان کے خطوط میں ظاہر ہوتی ہے کسی اور جگہ نہیں۔ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> شبلی کے مکاتیب اپنی تازگی،طرفگی، ندرت،ایجاز اور اپنے آشنا بازو سخن گسترانہ انداز کے باعث مستقل قدر و قیمت کے مالک ہیں۔ان میں مقصد کا وجود اور پیغام کا اختصار تو ہے ہی مگر مخاطبوں کے رتبہ و مقام کا لحاظ ان کے جذبات و نفسیات کا پورا پورا شعور بھی موجود ہے۔سرسید کا دور اپنے بے تکلفانہ انداز بیان کے لیے امتیاز رکھتا ہے۔طرز بیان میں اس لطیف کی روح اگر کہیں جلوہ گر ہوتی ہے توشبلی کے خطوط ومکاتیب میں ہوئی ہے۔ان کے خطوط میں ذوق و شوق اور دل و دماغ کو سیراب وشاداب رکھنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے۔کچھ اس طرح معلوم ہوتا ہے جیسے ان کا ہر خط ایک زعفران کا پھول ہے جس میں باغ فردوس کی خوشبو ہے۔"[۲]

مکاتیب شبلی میں علمی، مذہبی،اصلاحی،معاشرتی،تمدنی مسائل پر اظہار خیال کے علاوہ حیات شبلی کے کئی پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ان خطوط کے مطالعہ سے شبلی کی ملی و قومی درد مندی،دینی وتعلیمی مہارت،انتظامی و تعمیراتی امور میں دلچسپی اور رہنما خطوط وضع کرنے کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لیے علم حصول کا جذبہ قدم قدم پر دکھائی دیتا ہے۔شبلی کے خطوط ادبی خطوط ہیں، اور جب خطوط ادبی خطوط ہوں تو مکتوب نگار کی شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کے علمی وادبی انہماک ، سرگرمیوں نیز اس کے ادبی و علمی معیار کے بھی مظہر بن جاتے ہیں۔بقول ڈاکٹر شاداب عالم:۔

"شبلی کے خطوط کو پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شبلی نے انسانی کیفیات اور فطرت کو ہمیشہ ذہن میں رکھا اسی لئے مختلف پیرائیہ بیان کو اپنایا اور فطری انداز کو بھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔دیکھا جائے تو اسی فطری انداز سے شبلی کے خطوط میں بے تکلفی کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔اور یہ بے تکلفی کا رنگ قاری کو شبلی کے خطوط پڑھنے سے بے کیفی کا احساس نہیں ہونے دیتا ہے۔جیسے مولوی محمد سمیع صاحب کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

> سب لوگ بخیریت ہیں اور سلام کہتے ہیں۔تم کو تاریخ فرزند کا مادہ پسند آیا، حمید کا خط آدھا تمھارا بھی تو تھا،جناب حافظ حبیب اللہ خان صاحب کی خدمت میں نیاز اور دست بستہ سلام،اتنی دور سے اور کیا ہو سکتا ہے،حضرت حافظ حسن علی صاحب قبلہ وکعبہ منشی خدابخش صاحب و مولوی احمداللہ صاحب کوتسلیم،لو بھول گیا میاں حسن رضا کو سلام شوق، بھائی مرزا کو بھی اب اور احباب کسی خدمت کے قابل ہوں ، خالی قولی سلام ہی سہی۔"[۳]

زبان وادب کے لحاظ سے مولانا شبلی نعمانی کے مکاتیب ایک خاص اہمیت کے مالک ہیں۔لیکن جہاں تک نازک جذبات واحساسات کے اظہار کے لیے خطوط کو ذریعہ بنانے کا تعلق ہے۔اس میں شاید مولانا شبلی نعمانی پہلے مکتو ب نگار ہیں۔ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اگر ان مکاتیب میں کاروباری مطالب کی بھرمار نہ ہوتی تو شبلی کے خطوط غالب کے خطوط کی صف میں رکھے جا سکتے ہیں۔"[۴]

مرزااسداللہ خان غالب کے مکتوبات نے اصلاًاس صنف کو دوام بخشا۔ان کے بعد مکتوباتی ادب میں مولانا شبلی نعمانی ہی کے خطوط ادب وانشاء کا نمونہ ہیں۔بقول ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی:

"خطوط غالب کے امتیازات اور خصوصیات کے پس منظر میں اگر شبلی کے مکاتیب کا جائزہ لیا جائے تو وہ مرزا غالب سے کم رتبہ نہیں بلکہ بعض حیثیتوں سے ان کی اہمیت اور زیادہ ہوجاتی ہے۔مثلاًغالب کے مکاتیب میں ان کی زندگی، ان کا عہد اور بعض سیاسی حالات وواقعات کے علاوہ اور کوئی منظر نظر نہیں آتا۔جبکہ مکاتیب شبلی میں شبلی کی زندگی اور انکے عہد کے علمی، ادبی، تاریخی، تعلیمی،تہذیبی اور سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے مسائل،یورپ کی چیرہ دستیاں ، مستشرقین کی اسلام دشمنی غرض ان کے عہد کا پورا منظر نامہ سامنے آجاتا ہے۔جس کی مدد سے ہم اس عہد کی ایک تاریخ قلم بند کر سکتے ہیں۔"[۵]پروفیسر خورشیدالاسلام نے اسی بنیاد پر مکاتیب شبلی کو قومی اعمالنامہ قرار دیا ہے۔معین الدین احمد انصاری مولانا شبلی نعمانی کی مکتوب نگاری کے متعلق لکھتے ہیں:

> مولانا شبلی کے مکتوبات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے خطوط میں غالب کے خطوط کی سی شگفتگی ہے۔بعض خطوں میں مکالموں کا بھی وہی انداز ہے جو غالب کے بعض خطوط میں پایا جاتا ہے۔ان کے مکاتیب میں سرسید کی طرح قوم اور مذہب سے محبت کا شدید جذبہ ہے۔اقبال کے خطوط میں جس طرح علمی مسائل پر گفتگو اور مختلف مشاغل کا حال ہوا کرتا تھا وہی بات شبلی کے مکاتیب میں ہے۔ابوالکلام سے تو شبلی کو بڑی ہی مناسبت ہے۔ان دونوں کے خطوط ان کی طبعیتوں کو واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔دونوں کی طبعیت انفرادیت پسند ہے۔خودشناسی کا جذبہ دونوں کے پاس ہے۔اس لیے دوسروں کو ذرا کم ہی خاطر میں لاتے ہیں۔انانیت دونوں میں ملتی ہے۔لیکن مایوسی اور محرومی کی ملاوٹ کے ساتھ۔مذہب کے معاملے میں دونوں کے پاس عقل کا دخل ہے۔لیکن آزاد جذبات کو غالب ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔اور شبلی بعض اوقات جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔ان دونوں کے خیالات سے اتفاق رکھنے والے اور ان کے مزاج کو سمجھنے والے ذرا مشکل ہی سے ملتے ہیں۔لیکن شبلی نے آزادکو سمجھا اور ان کی قدر کی۔آزاد نے شبلی کو مانا اور ان کی عزت کی۔غرض ان کے خطوط ان کی شخصیت کا صحیح پرتو ہیں۔"[۶]

شبلی نے اپنے مکتوبات میں اختصار وایجاز سے کام لیا ہے۔ان کے خطوط ان کے طرز تحریر کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔مولانا شبلی نعمانی کے خطوط کے تین مجموعے "مکاتیب شبلی حصہ اول و دوم " اور "مکتوبات شبلی"میں علمی ادبی رہنمائی ملتی ہے،لیکن "خطوط شبلی" کے نام سے جو مجموعہ شائع ہوا ہے ان سے علامہ شبلی کی زندگی اور ذہن کے وہ نازک گوشے بھی سامنے آگئے ہیں،جو بصورت دیگر مکشوف نہ ہو پاتے۔"خطوط شبلی" کا مجموعہ محمد امین زبیری نے ترتیب دیا۔یہ پہلی بار ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔اس مجموعے میں علامہ شبلی نعمانی نے "۱۰۰" خطوط خاندان فیضی کی دو خواتین کے نام لکھے ہیں۔جن میں "۵۵" خط عطیہ فیضی کے نام اور "۴۵" خط ان کی بڑی بہن زہرا فیضی کے نام ہیں۔شبلی کی ان دونوں بہنوں سے خط و کتابت تقریباً سوا تین سال کی مدت تک رہی۔ان خطوط کو اردو کی عشقیہ خط نویسی کی ابتداء کہاجا سکتا ہے۔بلکہ شیخ محمد اکرام مولانا شبلی نعمانی کو عشقیہ خطوط کے بانی کہتے ہیں۔[۷]دراصل مولانا شبلی نعمانی کی زندگی دو خانوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔بقول ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی:

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ان دونوں خانوں کی نقاشی دو مختلف مکاتیب فکر نے مختلف ہی کی ہے۔ایک طرف ندوۃالعلماء کا گروہ ہے۔ دوسری طرف علی گڑھ کے نقاد۔ایک کے سربراہ سید سلیمان ندوی ہیں اور دوسرے کے شیخ محمد اکرام۔ایک کے خیال میں شبلی سید العلماء ہیں تو دوسرے کے خیال میں عشقیہ خطوط کے بانی۔ایک کی نگاہ میں شبلی مجدد وقت ہیں تو علی گڑھ والوں کی نگاہ میں شبلی یونانی۔ایک کے سامنے شبلی کی زندگی عمامہ و جبہ کے ساتھ نظر آتی ہے تو دوسرے ان کی زندگی میں بمبئی کی رعنائیاں جلوہ فگن پاتے ہیں۔دونوں کا نقطہ نظر ، انتخاب، اندازبیان اور پیرائیہ کلام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔دونوں صرف اپنے نقطہ نظر کی حمایت میں شبلی کی صرف ایک زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔اور دوسری زندگی سے رابطہ کچھ یوں ہی سارہ جاتا ہے۔لیکن اس میں شبہ نہیں کہ شبلی عمامہ اور جبہ کے اندر نئی زند گی کی تڑپ رکھتے تھے۔ٹھیٹ قدامت پسند عالم نہیں رہے تھے۔اور سرسید کے فیض صحبت نے انھیں نئے ماحول سے آشنا کر دیا تھا۔وہ دوسرے عالموں کی طرح تنگ خیال نہیں تھے۔سرسید کی قربت نے ان کے علم کو جلا دی تھی۔اور انہی کی بزرگانہ شفقتوں نے شبلی کی جوالان گاہ علمی کے میدان کو وسیع کر دیا تھا۔یہ اور بات ہے کہ سرسید جو وسعت قلبی لے کر آئے تھے وہ شبلی میں نہیں تھی۔اس لیے شبلی ریفارمر نہ بن سکے۔شبلی ندوۃ العلماء میں زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکے نہ ہی علی گڑھ میں لیکن جو علمی راہیں سرسید کی راہنمائی کے سبب ان کے سامنے کھل گئی تھیں،انھوں نے ان راہوں کو اختیار کرکے اپنے لیے ایک مقام متعین کرلیا۔"۸

مولانا شبلی نعمانی کی خطوط نگاری ان کے رومانی اسلوب کی آئینہ دار ہے۔یہ خطوط ان کی جذباتی وارفتگی کو پوری طرح منعکس کرتے ہیں۔وہ اپنے خطوط میں مجسم مسرت و انبساط نظر آتے ہیں۔اور اچھی کتاب، اچھا لطیفہ اور خوبصورت جملہ ان کی رگوں میں خون کی گردش تیز کر دیتا ہے۔عطیہ بیگم کے نام شبلی کے خطوط اسی مزاج کے عکاس ہیں۔لیکن ان خطوط کی روشنی میں زبردستی شبلی اور عطیہ کی زندگی کو حیات معاشقہ سے منسوب کرنا سراسر غلط ہوگا۔ڈاکٹر شاداب عالم اپنی کتاب "تنقیدی مباحث اور شبلی کا نظام نقد "میں اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شبلی کی تحریروں میں رنگینی پائی جاتی ہے،اورانھوں نے جو خطوط عطیہ فیضی کو لکھے وہ انشاء پردازی کی غمازی کرتے ہیں۔لیکن عطیہ نے ہمیشہ شبلی کو معزز سمجھا اور احترام کی نظر سے دیکھا لیکن شبلی عطیہ کو کس نظر سے دیکھتے تھے،یہ ایک خالص نفسیاتی مسئلہ ہے۔شبلی اپنے عہد کے نا مساعد حالات سے بے حد متاثر تھے چنانچہ کسی کو اپنا درد دل سنا کر اور اس میں کسی کو شریک کرکے معاشقہ ہے تو اس صورت میں سارے انسانی اقدار پامال ہوتے نظر آتے ہیں۔ظاہری اسباب کو دیکھ کر کسی کو مورد الزام ٹھہرانا یا اس پر طنیتی کا فتویٰ لگانا آسان کام ہے لیکن اس کی تہوں میں اتر کر بات کرنا ایک مشکل ترین کام ہے۔شبلی کی شخصیت کو مجروح کرنے کا سلسلہ" خطوط شبلی" مرتبہ محمد امین زبیری کے بعد ہوتا ہے اس پر بابائے اردو مولوی عبدالحق کا مقدمہ معنی خیز ثابت ہوتا ہے۔انھوں نے عطیہ بیگم کے نام شبلی کے خطوط کو رنگین بنا کر پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیاشیخ محمد اکرام (یادگار شبلی)اور وحید قریشی(شبلی کی حیات معاشقہ) نے اسے اور ہوادی ان لوگوں نے شبلی کے خطوط کو ضرورت سے زیادہ رومانی بنا دیا۔بقول ابن فرید" خطوط شبلی" کی اشاعت کے بعد ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کچھ لوگ اسی کی منتظر تھے جو سمجھ میں آیا کہہ دیا اور اپنی مرضی کے مطابق معنی پہنا دیئے۔یہ بھی ہوش نہ رہا کہ کون سا خط کس کے نام ہے،مزید وہ لکھتے ہیں کہ:

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اکثر اقتباسات کو جو اصلاً زہرا بیگم کے خطوط سے ہیں عطیہ کی طرف منسوب کرکے زبردستی حیات معاشقہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی"۔9

علامہ شبلی القاب وآداب کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ان کے خطوط میں اپنائیت، شفقت اور محبت کا رنگ نمایاں ہے۔ان کے خطوط قومی،ملکی،مذہبی،اصلاحی اور علمی خیالات کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ڈاکٹر حسنین زیدی لکھتے ہیں:

وہ خطوط جو شبلی کے علمی نقوش کے پس منظر ہو سکتے ہیں، وہ مولوی حبیب الر حمن، پروفیسر عبدالقادر،حمید الدین، عبدالماجد اور مہد ی الافادی کے نام ہیں،جن کی علمی خوشبوئوں سے دماغ معطر ہو جائے لیکن وہ خطوط جو شبلی کے نفسیاتی پس منظر کو پیش کریں ،جو ان کے احساس جمال کی نازک خیالیاں ہم پر آشکا ر کریں۔جو شبلی کے روانی طبع کے دھارے کا رخ بتائیں۔وہ صرف مخصوص خطوط ہیں جو بقول ڈاکٹر خورشید خاصہ کی چیز ہیں۔جن کی خاطر شبلی کو معطون کیا گیا اور ان کی زندگی پر تنقید کرنے والے اگر یہ کہتے ہیں کہ شبلی نے سرسید ہی سے کسب کمال کیا تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔لیکن یہ عرض کیے بغیر چارہ نہیں کہ انھوں نے ہی سرسید سے وہ کسب فیض حاصل کیا جو اچھے اچھے نہ کرسکے۔ان کے مزاج کی بو قلمونی نے راجپوتی خون اور اسلامی رنگ کے امتزاج کو ظاہر کر دیا۔شبلی کی انشاء پردازی نے خطوط میں اپنی جدت پسندی کو قائم رکھا۔اور جہاں موقع مل گیا وہاں قلم کی جولانی پھر کسی سے نہ رک سکی، اگر مایوسیاں شبلی کے آڑے نہ آتیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ مولانا آزاد کی راہ اختیار کر لیتے وہ زاہد خشک نہ تھے۔لیکن ندوۃ العلماء نے ان پر اعتراضات کیے اور آزادطبع کہا۔البتہ شبلی کی راہ رکانٹوں کی راہ تھی جس پر چلنا تمنا آبلہ پائی کرنا تھا۔شبلی اس راہ پر چلے اور زندگی بھر یہ کانٹے نکالتے رہے لیکن دل کا کانٹا نہ نکل سکا۔اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے وہ مایوس ہو کر اعظم گڑھ میں مقیم ہو گئے۔ان کا راجپوتی رنگ قلم کے تیغ بُراں کی صورت میں چمکا اور علی گڑھ کے ماحول سرسید کے فیضان نظر نے ان کے محدود علمی دائرہ کو وسعت قلب بخشی تھی۔اسی لیے وہ ہر اس چیز کے قدردان تھے جس میں ان کو حسن ملے۔"10

شبلی کے خطوط میں وہ تمام محاسن موجود ہیں جو قاری کو مطالعہ کے دوران ذہنی مسرت اور اور بصیرت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ان کے خطوط میں تازگی اور شگفتگی کے ساتھ ساتھ علمیت وادبیت بھی نظر آتی ہے۔کیونکہ شبلی ایک وسیع المطالعہ علمی وادبی شخصیت تھے۔ان کی نثر میں علمی نکات،ادبی اصلاحات،مذہبی خیالات وافر مقدار میں نظر آتے ہیں اور یہی چیزیں ان کے مکاتیب میں بھی کارفرما ہیں۔ان کے خطوط میں علمی،مذہبی،اصلاحی مسائل پر اظہار خیال کے علاوہ حیات شبلی کے کئی پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔شبلی کے شاگرد خاص مولانا سید سلیمان ندوی شبلی کے خطوط پر تبصرہ کرتے ہوئے"مکاتیب شبلی" حصہ اول کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:

"تمام مکاتیب کو پڑھ کر یہ اندازہ ہو گا کہ مولانا ہر شخص سے اس کے مذاق اور تعلقات کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔شاگردوں کے خطوط میں علمی و اصلاحی مشورے نظر آئیں گے۔مولوی حبیب الرحمان کے خطوط میں زیادہ تر فارسی شاعری، نوادر کتب اور ندوہ کے متعلق باتیں ہیں۔پروفیسر عبدالقادر سے ادب و تاریخ فارسی کے مباحث پر گفتگو ہے۔مولانا حمیدالدین صاحب سے تفسیراور سیرت پر مکالمات ہیں مسٹر عبدالماجد سے "مغربیات" کی باتیں ہیں۔مسٹر مہدی حسن صاحب مصنف "دائرہ ادبیہ" کے خطوط میں محاسن ادبی اور " لطافت شعری" پر گلفشانیاں ہیں۔"11مولانا شبلی نعمانی ایک خط میں سرسید احمدخان کو لکھتے ہیں:

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"سیّدی و مولائی!

یہ تیسرا خط ہے جو استنبول سے لکھ رہا ہوں، آپ کو اور بزرگان وطن کو میرے خطوط کاانتظار نہ کرنا چاہیے،یعنی سکوت کی حالت میں قیاس بلکہ یقین کر لیجئے کہ میں بخیریت ہوں باقی حالات سفر ،اس کی نسبت میں پہلے لکھ چکاہوں کہ یہاں سے کچھ نہ لکھوں گا۔

قلمی کتابیں یہاں نہیں ملیں،مصر میں کبھی کبھی ہاتھ آجاتی ہیں،اس لیے صرف مطبوعہ کتابیں خریدی جا سکتی ہیں،لیکن ان کی تعداد بھی معتد بہ ہے،یہاں امام غزالی کی کتابیں اور رسالے موجود ہیں ،مکاتبات کا نسخہ بھی ہے،بوعلی سینا کی اس قدر تصنیفات ہیں،کہ کہیں نہ ہوں گی ،ارسطو وغیرہ کی کتابوں کے اصلی ترجمے نہایت قدیم خط میں موجود ہیں،لیکن کیا حاصل!کتابت کی شرح للعہ ۴ جز سے کسی حال میں کم نہیں،معتزلہ کی کتابیں البتہ ناپید ہیں۔عبدالقادر جرجانی کی تفسیر ہے مگر اس میں کوئی نئی بات نہیں۔ پرسوں میں عثمان پاشا سے ملا نہایت اخلاق سے ملے،عربی سمجھ لیتے ہیں،اور دو چار معمولی باتیں بھی کر سکتے ہیں، میں نے ان کے ہاتھ کا بوسہ دینا چاہا لیکن راضی نہ ہوئے بلکہ الٹے خود میری تقلید کرنی چاہی،رخصت کے وقت فرمایا کہ آپ جب چاہے تشریف لائیں،بہت خوشی سے ملوں گا۔تمام اور بڑے بڑے پاشاؤں سے بھی ملاقات ہو سکتی ہے لیکن اول تو زبان میں اجنبیت ثانیاً مجھ کو اور کسی کی ملاقات کا شوق بھی نہیں۔ افسوس ہے کہ عربی تعلیم کا پیمانہ یہاں بہت ہی چھوٹا ہے اور جو قدیم طریقہ تعلیم تھااس میں یورپ کا ذرا پر تو نہیں،جدید تعلیم وسعت کے ساتھ ہے لیکن دونوں کے حدود جدارکھے گئے ہیں اور جب تک یہ دونوں ڈانڈے نہ ملیں گے اصلی ترقی نہ ہو سکے گی یہی کمی تو ہمارے ملک میں ہے جس کا رونا ہے۔ روپے فوراًجس قدر کتاب کے لیے بھیجنے ہوں بھیجئے،یہاں سے میں اٹھا تو پھر مجھ کو خط وغیرہ کوئی چیز نہ مل سکے گی،یہاں کی جو چیزیں مشہور ہیں آپ کو بھی معلوم ہیں،اگر کوئی چیز مطلوب ہو تو تحریر فرمایئے کہ میں لیتا آئوں،میں چاہتا ہوں کہ کالج کے لیے چند ترکی زبان کی عمدہ کتابیں خریدی جائیں جن سے یہاں کی علمی ترقی کا اندازہ ہو سکے گا۔"۱۲؎ شبلی کے خطوط میں بے پناہ صداقت موجود ہے۔تکلف اور تصنع کی قید سے آزاد ہوتے ہیں۔ان کے خطوط سے ان کی زندگی کے تمام اسرار بے نقاب ہونے لگتے ہیں۔غرض یہ کہ شبلی کے خطوط میں ان کی زندگی کے ہر دور اور وہ تمام نشیب و فراز موجود ہیں جن سے ان کی شخصیت کو سمجھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ظفرالدین " شبلی کی شخصیت خطوط کے آئینے" میں لکھتے ہیں:

> "شبلی کے خطوط ہمارا قومی اعمالنامہ ہیں۔ان میں شبلی کی خانگی زندگی نمایاں نہیں ہے۔لیکن پس پردہ جلووں کی ایسی کمی بھی نہیں ہے۔ بہرحال ان خطوط میں ندوہ کے نقوش ہیں،سیرت پر مکالمات ہیں، شعرالعجم کے مباحث پر گفتگو ہے، نادر کتابوں کی دریافت پر خوشی کا اظہار ہے، تبصرے ہیں، تنقیدی اشارات ہیں،دوستوں کی سرگوشیاں ہیں،عزیزوں کی سفارش ہے،اپنی عظمت کا شعور ہے اوروہ لطائف ہیں جو روح اور بدن کو سرشار کیے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔"۱۳؎

مکاتیب شبلی ہیں،مولانا شبلی کا قلم رنگا رنگ انداز میں اہل نظر کو دعوت نظارہ دیتا رہا۔ان کی زندگی دو خانوں میں بٹی ہوئی تھی۔ کبھی انھیں علی گڑھ کی فکر لاحق ہوتی اور کبھی ندوۃ العلماء کی۔یہی وجہ ہے کہ کبھی سرسیداحمدخان سے الجھتے اور کبھی قدامت پسند علماء سے ناراض ہوجاتے اور یہی رنگ ان کے خطوط میں بھی جھلکتا ہے۔کہیں ان کے خطوط میں جلال ہے اور کہیں جمال۔ علامہ شبلی کے مکتوبات میں مکتوب الیہ کے متعلق خاص باتیں زیادہ ہوتی ہیں۔اس لیے عمومی انداز میں دوسرے لوگوں کو ان کے مطالعے سے بنیادی انسانی رفاقتوں کی مسرتیں،ذرا کم ہی میسر آتی ہیں۔مگر خطوط کی زمین اتنی

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مانوس اور شاداب ہوتی ہے کہ سارا خط ایک قطعہ چمن معلوم ہوتا ہے۔مخاطب کے ذوق کے تقاضے بھی اتنے مد نظر رہتے ہیں کہ خط میں مکتوب الیہ کے لیے تلخی بھی ہوتو بھی لطف سے خالی نہیں ہوتا۔۱۳علامہ شبلی کے مکاتیب اپنی تازگی،طرفگی ندرت،ایجاز اور اپنے آشنایانہ وسخن گسترانہ انداز کے باعث مستقل قدروقیمت کے مالک ہیں۔ان میں مقصد بھی ہے اور پیغام کا اختصار بھی ہے۔ان کے مخاطبوں کے رتبہ ومقام کا لحاظ ان کے جذبات ونفسیات کاپوراپورا شعور بھی موجود ہے۔سرسید کا دور اپنے بے تکلف انداز بیان کے لیے امتیاز رکھتا ہے۔طرزبیان میں خاص لطیف روح اگر کہیں جلوہ گر ہے توشبلی کے خطوط ومکاتیب میں‌ان کے خطوط میں ذوق وشوق اور دل ودماغ کوسیراب وشاداب رکھنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے۔کچھ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ہر خط گویا زعفران کا پھول ہے،جس میں باغ بہشت کی خوشبو ہے۔اس پر طرہ یہ کہ ان کے خط بالکل مختصر ہوتے ہیں۔ایجاز یوں بھی شبلی کی تحریر کا خاصہ ہے مگر جوایجاز ان کے خطوط میں ہے اس کو جان اعجاز ہی کہا جاسکتا ہے۔ان کی مکتوب نگاری فرصت اور وقت گزاری کا مشغلہ نہیں،ان کا ہر خط کسی جمیل یا جزیل مقصد سے وابستہ ہے۔ان کے خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت کی اہمیت جانتے ہیں اور اس کی قدر کرتے ہیں‘لہٰذا زندگی کا ایک لمحہ بھی ان کے نزدیک رائیگاں نہیں۔اس نقطہ نظر سے ان کے خط کا شاید ایک لفظ بھی بے کار اور بے ضرورت نہیں۔جچا تلا ضروری ضروری مگر اس میں عجیب طرح کی تاثیر ہوتی ہے اور ان کے چھوٹے سے خط سے بھی ایسی تسکین ملتی ہے گویا کسی نے کوئی دلچسپ داستان ورق ورق پڑھ ڈالی۔ایک ہی چبھتے ہوئے فقرے سے،ایک ہی مصرعے سے،ایک ہی استعارے یا ترکیب سے،ایک ہی طنزیہ چھیڑ سے ان کا خط لذتوں سے معمور ہوجاتا ہے۔۱۴نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خان مرحوم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

”آپ کا خط پڑھ کر بے اختیار ہنسی آگئی،آپ لوگ مجھ کو اس قدر بھولا اور سادہ سمجھتے ہیں اسکول کے لیے میرا یہاں‌رہنا مفید ہوتا تو کیا رہ جاتا،لیکن یہاں کا روپیہ ہمیشہ یہیں خرچ ہوتا ہے،باہر نہیں جاتا،مجھ کو سردست صما۵۰۰،۰۰ ماہوار سے زیادہ نہیں مل سکتے اور یہی یہاں کا خرچ ہے۔پھر جس قدر تنخواہ بڑھتی ہے خرچ بڑھتاجاتا ہے ،البتہ اگر یہاں کی سوسائٹی میں متبذل،بدحیثیت، بے وقعت ہوکررہوں تو پس اندازہ ہوسکتا ہے،باقی وہاں کے لیے یہاں کے لوگوں سے چندہ کس قدر حماقت کا خیال ہے۔ مولوی صاحب روپیہ اور دولت کی قدر مجھ سے زیادہ کسی کو نہیں ہے۔میں کچھ ابراہیم ادھم یا بایزید نہیں ہوں۔ میرا تورواں دواں دنیا کی خواہشوں سے جکڑا ہے لیکن دنیا کو سلیقہ کے ساتھ حاصل کرناچاہتا ہوں مجھ سے جوڑتوڑ،سازش، درباداری،خوشامد، لوگوں کی جھوٹی آئو بھگت نہیں ہوسکتی اور بغیر اس کے کامیابی معلوم۔

اس لیے میں نے گوشہ عافیت پسند کیا،----------“۱۵

علامہ شبلی اپنے خطوط میں ایسے انسان کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔جن کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل ہے اوروہ دل فطری طور پر کامیابیوں پر خوش ہوتا ہے۔کبھی افسردہ اور مایوس ہوتا ہے۔اپنوں سے روٹھ جاتا ہے۔کبھی شکوہ کرتا ہے تو کبھی مایوس ہوجاتا ہے۔کبھی ناز اٹھاتا ہے تو کبھی ناز دکھاتا ہے۔کبھی بلیوں اچھلتا ہے تو کبھی موجیں مارتا ہے۔ٹھنڈی ہوائوں اور نرم فضائوں سے اس میں گدگدی ہوتی ہے۔کلیوں کی چٹک یا پھولوں کی مہک کااثر لیتا ہے۔بھنوروں کے گنگنانے سے اس پر مستی چھا تی ہے۔مٹ میلی جھیل میں مسکراتے اور ہوا کے اشارے پر جھومتے کنول اسے لبھاتے ہیں۔برسات کے دنوں میں مور مورنی کے رقص سے اس کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں اور وہ خود بھی جھوم اٹھتا ہے۔کبھی بچوں کی طرح ہمکتا ہے تو کبھی بڑے بزرگوں کی طرح سنجیدہ ہوجاتا ہے۔دل کے یہی کوائف شبلی کے خطوط میں مختلف واقعات اور طرزاظہار کی صورت میں موجود ہیں۔شبلی جب مورخ یا ناقد ہوتے ہیں‌تو ان کے قلم کا رشتہ دماغ اور عقل

سے ہوتا ہے۔ان کی علمیت پر فکر اور فلسفہ حاوی رہتا ہے۔لیکن جب خطوط لکھتے ہیں اور خاص طور پر نجی خطوط،اس وقت ان کے قلم کا رشتہ سیدھا ان کے دل سے استوار رہتا ہے۔جذبات کی گرمی کی وجہ سے آزاد وبے باک تحریر میں بے پناہ صداقت درآتی ہے۔تکلف اور تصنع کی دیوار گر جاتی ہے اور اسرار حیات بے نقاب ہونے لگتے ہیں۔۱۶؎

علامہ شبلی سدابہار اسلوب نگارش کے بانی تھے۔جس کے تتبع کو ہر اہل قلم تادم حاضر سربلندی کے ساتھ اپنے مفاخر میں شمار کرتا ہے۔بلاشبہ ان کے جدت اسلوب اور ندرت تحقیق نے محدود خیالات کو وسعت افلاک عطا کی ہے۔بقول ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی:عاجز کی اس رائے میں شمہ برابر مبالغہ نہیں کہ شبلی کے شاداں ورقصاں اسلوب تحریر اور سخن سنجی کا سایہ بھی کسی پر پڑ جائے تو وہ آسمان ادب کا تارابن جائے گا۔واقعہ یہ ہے کہ شبلی کی فطرت میں جو شاعرانہ تخیل آرائی اور جمال پسندی تھی اس کی صریر خامہ ان کی نثری تحریروں میں صاف سنائی دیتی ہے۔۱۳؎مکاتیب شبلی کے اسلوب کی کئی خصوصیات ہیں۔جن میں ایجازواختصار،موسیقیت،جوش بیان،شاعرانہ انداز،بے ساختگی وبرجستگی، طنزوتعریض اور اندازادیبانہ تو ان کے مکتوباتی اسلوب نثر کا خاصہ ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کی شخصیت رنگا رنگ صفات کی مالک ہے۔انھوں نے مکتوبات میں بھی جدت پسندی کو قائم رکھا۔ان کا اندازبیان شگفتہ اور مانوس ہے۔شبلی کے خطوط سے ان کے علمی و قومی مقاصد کے علاوہ ان کے فنی اور تنقیدی اصولوں پر نہایت مفید روشنی پڑتی ہے۔" مکاتیب شبلی" کے مجموعوں کے بعد "خطوط شبلی" کے نام سے جو مجموعہ شائع ہوا ہے ، اس سے شبلی کی زندگی اور ذہن کے اسرار و رموز پر بڑا دلچسپ مواد فراہم ہو گیا ہے۔ شبلی کے مکتو بات واقعی قومی اعمالنامہ ہیں اور ہماری قومی و ملی تاریخ کے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مولانا شبلی نعمانی،"مکاتیب شبلی"(حصہ اول)مرتبہ سید سلیمان ندوی ،نیشنل بک فائونڈیشن، پاکستان، ۱۹۸۹ئ،ص۳

۲۔ ڈاکٹر سید عبداللہ،"اردو خط نگاری،نقوش مکاتیب نمبر"۱۹۵۷ء،ص۸

۳۔ ڈاکٹر شاداب عالم،"تنقیدی مباحث اور شبلی کا نظام نقد"کتاب سرائے لاہور،۲۰۱۴ء،ص۱۵۶

۴۔ ڈاکٹر سید عبداللہ،"سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ" مکتبہ کارواں، لاہور،۱۹۶۰ء،ص۲۰۰

۵۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،"متعلقات شبلی" ادب کدہ اعظم گڑھ،۲۰۰۸ء،ص۳۱

۶۔ معین الدین احمد انصاری،"شبلی مکاتیب کی روشنی میں"اردو اکیڈمی سندھ،کراچی،۱۹۶۷ء،ص ۱۹۔۲۰

۷۔ "اردومکتوب نویسی کے عناصر، غالب تاریخ کے آئینے میں اور دوسرے مضامین"۱۹۸۳ء،ص ۹۳۔۹۴

۸۔ ایضاً،ص۹۳۔۹۴

۹۔ ڈاکٹر شاداب عالم،"تنقیدی مباحث اور شبلی کا نظام نقد"کتاب سرائے لاہور،۲۰۱۴ء،ص۱۵۶

۱۰۔ "غالب تاریخ کے آئینے میں اور دوسرے مضامین"۱۹۸۳ء،ص۹۷

۱۱۔ مولانا شبلی نعمانی،"مکاتیب شبلی"(حصہ اول)مرتبہ سید سلیمان ندوی ،نیشنل بک فائونڈیشن، پاکستان، ۱۹۸۹ئ،ص دیباچہ

۱۲۔ ایضاً ، ص ۳۔۴

۱۳۔ خلیق انجم،"شبلی کی علمی وادبی خدمات" انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی،ص۲۳۴

۱۴۔ ڈاکٹرسیدعبداللہ،"وجہی سے عبدالحق تک" سنگ میل پبلی کیشنزلاہور،سن ندارد،ص ۲۷۴

۱۵۔ مولانا شبلی نعمانی،"مکاتیب شبلی"(حصہ اول)مرتبہ سید سلیمان ندوی ،نیشنل بک فائونڈیشن، پاکستان، ۱۹۸۹ئ،ص۶